

اور جو درجہ ہے اسے وحی کہتے ہیں! قبیل نے اس کے لئے عشق کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ رومی اور بوعلی کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ اسی عشق کو سوزِ دل قرار دیتا ہے جس کے بغیر عقلِ تنگ حقیقت شناس نہیں ہو سکتی! قبیل کے نزدیک حکمت ایک ٹھنڈی اور بے سوز آگاہی ہے۔

حق اگر سوزے نڈازد حکمت است      شعرے گرد و چو سوز از دل گرفت  
بوعلی اندر خنبر اناقہ گم      دستِ رومی پر دہ مھمل گرفت

عشق اور سوز و میدان اور مشاہدہ کے بغیر حکمت غیر کثیر ہونے کے باوجود غیر کامل نہیں بنتی۔ نبی کے ماں و جدان و فکر اور قول و فعل سب ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ حکیم عقلی کے ماں یہ ہم آہنگی لازمی نہیں۔

بند بال تھا لیکن نہ تھا بسور و غیور      حکیم سوزِ محبت سے بے نصیب رہا

حکما کی وہ قسم جنہیں فلسفی نہیں بلکہ سائنس دان کہتے ہیں الگ نوعیت کی ہے۔ خارجی اور باطنی فطرت کے ہمشمار مدارج اور ہمشمار شعبے ہیں فطرت کے مظاہر کی نوعیت الگ الگ ہے کہیں مادی مظاہر ہیں کہیں نباتی کہیں حیوانی۔ کہیں اجرام فلکی کا عالم ہے، کہیں انسانی جسم کا مطالعہ ہے کہیں اس کی نفسیات کا۔ خدائے واحد کی کائنات ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے اس کا کوئی حصہ دوسرے حصوں سے مطلقاً بے تعلق نہیں لیکن اس وحدت کے اندر ایک بے پایاں تنوع اور کثرت ہے جو بیک وقت کسی انسان کے محدود مطالعہ اور مشاہدہ اور استدلال کے احاطے میں نہیں آسکتی۔ انسان کی محدود قوتوں نے مظاہر عالم کے مطالعہ کے لئے ان کو الگ الگ ابواب میں تقسیم کر دیا تاکہ کسی ایسے شعبے کے آئینہ ادراک کی گرفت میں آسکیں۔ کوئی سائنسدان تمام عمر ایک کپڑے کے مطالعہ میں صرف کر دیتا ہے کوئی انسان کے کسی ایک عضو کے اعمال و وظائف میں جہارت پیدا کرتا ہے۔ کوئی ذرے یا ایٹم کی اتھاہ تحقیق میں منہمک ہے۔ یہ سب حکمت ہی کے گرویدہ اور اسی کے تلاشگر ہیں لیکن جزوی حقائق کی تحقیق کے لئے جزوی عقل ہی استعمال ہوتی ہے۔ علوم میں جس قدر تخصیص ترقی کرتی جاتی ہے۔ اسی قدر ایک سائنس دان ایک جزو کا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر اجزائے حیات و کائنات سے جا مل مطلق ہوتا جاتا ہے۔ وہ کم سے کم چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر نیکی کوشش میں کلیاتِ حیات سے بیگانہ ہو جاتا ہے لیکن زیر تحقیق جزو کے بھی اگر وہ تمام پہلو جان جائے تو وہ بھی حقائقِ کلیہ سے آشنا ہو جائے، اگر وہ خود اپنے مطالعہ کو خاص حدود کے اندر کر لیتا ہے۔ ہر جزو ایک کل کا جزو ہے اور وہ کل بچھ کسی اور کل کا جزو ہے۔ اسی کا اتنا ہی۔ مشہور انگریز شاعر ٹینیسن ایک پھول کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اگر مجھے تیری پوری حقیقت معلوم ہو جائے تو انسان اور خدا کی معرفت بھی مجھے حاصل ہو جائے۔ قرآن کریم میں حکمت کا تصور اور نصب العین یہی ہے۔ قرآن فطرت کے مطالعہ کی تلقین کرتا ہے لیکن یہ تاکیدی کہتا ہے کہ فطرت کے ہر مظہر کو اس کے جسدِ مطلق اور ضلوق واحد کے ساتھ وابستہ کر کے سمجھو اور یہ دیکھو کہ فطرت کلی اور فاطر السموات والارض کے ساتھ اس کا رابطہ کس قسم کا ہے اور کس طرح ہر جزو کل کی طرف رہنمائی کرتا ہے قرآن کے نزدیک حکمت اسی کا نام ہے۔ فطرت کے جزوی مظاہر اور ان کے مطالعہ میں کھویا جانا حکمت نہیں۔ وہ حکمت جسے

قرآن غیر کثیر کہتا ہے محض انسانی اعمال اور ان کے متعلق احکام سے بلند تر چیز ہے۔ اگرچہ اعمال کے صحیح آئین اسی حکمت سے سرزد ہوتے ہیں، کیونکہ انسان کے اعمال کائنات کی حقیقت کلی سے منقطع اور الگ نہیں ہو سکتے۔ ایک حکمت وہ ہے جو محض ذرائع اعمال اور وسائل حیات کے علم تک محدود ہے لیکن قرآن جسے حکمت کہتا ہے وہ مقاصد حیات کا علم ہے۔ اگر حکمت کی حدود و حدود حیات تک نہ پہنچ سکے اور انسانی زندگی کے نصب العین کو واضح نہ کر سکے تو وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔ اور بعض اوقات ادھور علم جہالت سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ -

قدم بردوں منہ از بہل یا فظا طوں شو اگر میانہ گزینی سراب و تشنہ لبی است

قرآن کریم کی تعلیم کی اساس توحید ہے۔ یعنی حیات و کائنات کا سرچشمہ وجود اور مصدر ہستی ایک ہی ذات ہے۔ فلسفی اور سائنسدان مظاہر وجود میں علت و معلول سبب و اثر کے رابطے تلاش کرنے پہنتے ہیں۔ عام زبان میں بھی کسی چیز یا کسی واقعہ کو جاننے کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ انسانی عقل اس کو کسی قاعدے کسی قانون کے تحت میں لے آئی ہے۔ قانون کے معنی تغیر میں ثبات کی تلاش ہے۔ عالم ظاہر و باطن میں ہر مظہر ہر وقت تغیر پذیر رہتا ہے۔ بادی النظر میں تمام ہستی تغیر پذیر معلوم ہوتی ہے۔ کثرت ظاہر ہے اور وحدت پنہاں۔ جب انسان تغیر حواوت کی کثرت میں کسی آئین کو تلاش کر لیتا ہے تو کثرت اور تغیر میں ثبات اور وحدت کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ حکمت کی تلاش میں انسان جزئیات کو کلیات میں پروتا چلا جاتا ہے۔ پھر کئی کلیات کو کسی ایک کلیہ کے تحت میں لے آتا ہے عقل و فہم کی ترقی سے کلیات کی تعداد اور پچھلے پڑھتے کم ہوتی جاتی ہے۔ نباتات میں ہر آگنے والی چیز اپنا مخصوص رنگ روپ رکھتی ہے اور اس کے نشود نما کا قانون بھی مخصوص ہوتا ہے۔ لیکن ماہر نباتات اس تنوع اور کثرت کو انواع کے تحت میں لاکر مخصوص انواع کے مخصوص قوانین تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح حیوانات کا ماہران کے اقسام بنانا ہے اور ہر قسم کا ایک نام تجویز کرتا ہے۔ یہ نام کسی ایک فرد کا نام نہیں ہوتا بلکہ ایک نوع کا نام ہوتا ہے جس کے اندر لا تعداد افراد کچھ صفات کی مماثلت کی بدولت علم کے لحاظ سے ایک لٹری میں پڑتے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی علم کا یہی مفہوم ہے۔ آدم کے قطعے میں تمام ملائکہ پر انسان کی فضیلت اسی جا پر ثابت ہوئی کہ اس کو تمام اشیاء کے نام معلوم ہو گئے۔ بے شمار ذراتوں کو اس نے درخت کہا، طرح طرح کے چھوٹے بڑے پتھروں کو اس نے پتھر کہا۔ اسی کا نام عقل اور علم ہے۔ اور اسی راستے پر ترقی کرتے چلے جانا حکمت کی ترقی ہے۔ قرآن کا نظریہ اور اس کی تعلیم یہ ہے کہ یہ لامتناہی کثرت اور تغیرات کی کائنات ایک وحدت سے سرزد ہونی ہے اور اس کو سمجھنے کا بھی لازمی طریقہ یہی ہے کہ انسان کہیں بھی کثرت کو کثرت محض نہ سمجھے بلکہ ہر قسم پر اس کو چھوٹی یا بڑی وحدتوں کی طرف لوٹاتا جائے۔ یہاں تک کہ وہ ایک وحدت کلی تک پہنچ جائے جو اول بھی ہے اور آخر بھی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ تمام علمی اور عملی کوششوں کا منتہی بھی خدا ہے اور تمام حکمت کا مقصد بھی ہستی کی وحدت کا فہم ہے۔ قرآن جو فاصل توحید کی تعلیم دیتا ہے وہ درحقیقت معرفت کائنات کا درس ہے۔ علم کی زبان میں جسے آئین یا قانون کہتے ہیں قرآن کی زبان میں اس کو سنت اللہ کہا گیا ہے جس کے متعلق کچھ دہرایا گیا ہے کہ تم اس میں کوئی تغیر یا تلویح نہ پاؤ گے۔ خلاق کائنات اور لادئی وجود کی مشیت کچھ ثابت و قائم اصول

رکھتی ہے خدا کا چاہنا اور اس کا ارادہ انسانی خواہش اور ارادے کی طرح نہیں جو کبھی کبھی ہے اور کبھی کبھی نہیں۔ ائین حیات کو قائم و دائم رکھنا خدا کا ایک وعدہ ہے اور خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا ان اللہ لا یخلف المیعاد سائنس میں کسی نظریہ کی صداقت اسی سے جانچی جاتی ہے کہ اس کے مطابق جو پیش گوئی یا پیش بینی کی جائے، بعد میں آنے والے حوادث و مظاہر اسکی تصدیق کریں۔ گویا سائنس کا مدار بھی ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ ہی پر ہے۔ انسان کی فطرت ہوا کائنات کے کسی شعبے کی فطرت سب کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے کہ لا تبدیل لخلق اللہ قرآن کے نزدیک اسی کو ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا نام دین ہے اور اسی کی معرفت حکمت ہے۔ دنیا کے کسی مذہبی صحیفہ میں تعلیم اس وضاحت کے ساتھ نہیں ملتی۔ دین کی ماہیت کو قرآن ہی نے ہمیشہ کے لئے واضح کیا ہے اور عقل و حکمت کے ساتھ اس کا لزوم بتایا ہے :

فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم

اللہ کی اس فطرت کو دیکھ جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے تو انہیں خلق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی ہے دین قیم۔

قرآن نے پہلے انبیاء کی نسبت بھی یہ فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ احکام الہی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو عقائد و اعمال کے فطری علل و اسباب اور نتائج سے بھی آگاہ کرتے تھے۔ محض حکم ہی نہیں سناتے تھے بلکہ اس کی حکمت بھی واضح کرتے تھے، پہلے انبیاء کے احکام زمان و مکان اور مخصوص مزاج اقوام کے مطابق تھے۔ اسی لئے جو حکمت وہ پیش کرتے تھے وہ بھی محدود و مخصوص تھی۔ کلمہ الناس علی قدر عقولہم نبوت اور حکمت دونوں کیلئے لازمی قاعدہ ہے۔ آخر میں جب ابدی حقائق پیش کرنے والا عالمگیر دین آیا تو اس میں حکمت کا پہلو بھی تمام موجودات اور تمام عالم انسانی پر محیط ہو گیا۔ قرآن کے نزول کے بعد دین اور حکمت کے دائرے الگ الگ نہیں رہے۔ بعض قسم کے فلسفوں اور دین میں تو تصادم ہو سکتا ہے، لیکن مظاہر فطرت میں ائین کی جستجو اور دین اسلام میں باہمی تضاد و تخالف کا کوئی امکان نہیں۔ قرآن مختلف سائنسوں کے جزئی اور مخصوص معلومات کی تعلیم نہیں دیتا۔ وہ فلکیات کی کتاب ہے اور نہ طبیعیات و کیمیا اور ریاضی کی کتاب لیکن تمام سائنس کی بنیادوں کو قرآن نے استوار کر دیا ہے۔ سائنس کی تمام اساس یہی ہے کہ مظاہر تغیر ہیں لیکن ان کے قوانین تغیر پذیر نہیں کسی شعبہ کائنات کا قانونی کبھی کبھی اور کبھی کبھی ہو جائے تو یہ کائنات، کائنات زہرہ سکے۔ جمادات، نباتات، حیوانات، اجرام فلکیہ بے آئینی سے قائم نہ رہ سکیں بلکہ قیام کا تو کیا سوال ان کا وجود ہی سرے سے ناممکن ہو جائے۔ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ ایک خاص انداز سے سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ خدا کی قدرت اور اس کے خزانے لامتناہی ہیں لیکن جو کچھ معرض وجود میں آتا ہے وہ ایک خاص انداز سے اور تناسب کے ساتھ آتا ہے :

انما اكل شئ خلقه بقدره (۵۴: ۴۹) (ہم نے ہر چیز کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا ہے)

ہستی کی اسی ماہیت کو قرآن میزان بھی کہتا ہے :

اللہ الذی انزل الکتب بالحق والمیزان ..... (۲۲: ۱۷) (اللہ نے ٹھیک ٹھیک کتاب بھی اتاری اور میزان بھی)

قدیم زمانے میں اکثر مذاہب کے معتقدین نے یہ عقیدہ قائم کر لیا تھا کہ ہر قسم کی سائنس کے نظریات ان کے مذہبی صحیفے میں از روئے وحی درج ہیں اس لئے کسی سائنس دان نے شجر و حجر اور شمس و قمر کے متعلق جو کچھ کہا اس کو اس نظر سے دیکھا گیا کہ وہ مذہبی صحیفے میں بیان کردہ تعلیم کے مطابق ہے یا مخالف۔ فلکیات کے بطلیموسی قیاسات کو دین کا جزو سمجھ لیا تھا۔ جب جدید تجرباتی سائنس نے ان کی تائید نہ کی تو گیلیلو جیسے محقق کو قابل تعزیر قرار دیا۔

یورپ میں مذہب اور سائنس کی کشاکش نے ضامنہ انسانی کو بہت مضطرب کیا اور یہ اضطراب اب بھی باقی ہے۔ سائنس کا آغاز مسلمانوں کی تجرباتی تحقیقات سے ہوا لیکن کسی مسلمان مفکر کی ان کوششوں کو ملعون اور مردود قرار نہیں دیا گیا۔ فطرت کے مظاہر میں آزادانہ طور پر تحقیق و تدقیق سے آئین تلاش کرتا ایک مین حکم قرآنی تھا۔ لہذا دین اور سائنس کی باہمی جنگ نہ اسلام کی تاریخ میں پہلے نظر آتی ہے اور نہ اب اس کا امکان ہے سو اس کے کہ اسلام اور قرآن ایسے جامد اور کوتاہ بین فقیہوں اور مفسروں کے ہاتھ میں آجائے جو مغرب کے عیسائیوں کی طرح سائنس کے جزئیات کو بھی قرآن و حدیث میں تلاش کرنے کی سعی لا حاصل کریں۔ قرآن نے حکیمانہ زاویہ نگاہ پیدا کیا ہے جس سے ابداً باد تک حکمت و معرفت کی راہیں کھل گئی ہیں۔ قرآن میں اگر شجر و حجر یا شمس و قمر یا برق و باران کسی بیان میں ملتے ہیں تو اس کا مقصد کسی طبی سائنس کے جزئی نظریات کو پیش کرنا نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت اور اسلوب بیان سے مقصود حیات کو واضح کرنا ہے تشبیہات و تمثیلات کسی سائنس کے آئین و قوانین نہیں ہوتے فطرت کے مظاہر کی بہت سی چیزیں زبان کے عام محاورات میں دخل دیتی ہیں۔ اور فصاحت کا تقاضا ہی ہوتا ہے کہ ان کو دلکش انداز میں اپنے بیان میں سمو لے۔ اکثر لادین دین نے روحانی حقائق کو تمثیلات اور تشبیہات میں پیش کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خالی منطقی استدلال عام انسانی طبائع کے لئے اتنا دل نشین اور اثر آفرین نہیں ہوتا جتنا کہ مثال اور تشبیہ۔ قرآن کہتا ہے کہ تشبیہ و تمثیل کی ماہیت فقط لاسخ العلم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ کوتاہ نظر اور فقہہ انگیز لوگ الفاظ و صورتوں میں الجھ جاتے ہیں۔ قرآن نے نہایت حکیمانہ انداز میں محکمات کو تشابہات سے الگ کر دیا ہے۔ دین کا لازمی جزو محکمات ہیں یعنی وہ محکم حقائق جو فطرت کے مطابق ہونے کی وجہ سے اصل ہیں۔ خود حجت کے نہایت دلکش بیانات کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ حجت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی باغ ہو :

مثل الجنة التي وعد المتقون فيها انهم من ماء غير اسن . . . . . (۱۵: ۴۷)

جس جنت کا متقوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے اس خراب ہونے والے پانی کا نہیں ہوں . . . . .

اسی طرح دوزخ کے متعلق فرما دیا کہ اسکے شعلے دلوں میں سے اٹھتے ہیں تاکہ سمجھنے والے سمجھ جائیں کہ وہ لکڑی یا کوئلہ جلانے والی بھٹی نہیں ہے۔

نازلہ الموفدۃ التي تطالع علی الافق (۵: ۱۰-۱۱) (۷: ۶) (۷: ۱۰) (۷: ۱۱) (۷: ۱۲) (۷: ۱۳) (۷: ۱۴) (۷: ۱۵) (۷: ۱۶) (۷: ۱۷) (۷: ۱۸) (۷: ۱۹) (۷: ۲۰) (۷: ۲۱) (۷: ۲۲) (۷: ۲۳) (۷: ۲۴) (۷: ۲۵) (۷: ۲۶) (۷: ۲۷) (۷: ۲۸) (۷: ۲۹) (۷: ۳۰) (۷: ۳۱) (۷: ۳۲) (۷: ۳۳) (۷: ۳۴) (۷: ۳۵) (۷: ۳۶) (۷: ۳۷) (۷: ۳۸) (۷: ۳۹) (۷: ۴۰) (۷: ۴۱) (۷: ۴۲) (۷: ۴۳) (۷: ۴۴) (۷: ۴۵) (۷: ۴۶) (۷: ۴۷) (۷: ۴۸) (۷: ۴۹) (۷: ۵۰) (۷: ۵۱) (۷: ۵۲) (۷: ۵۳) (۷: ۵۴) (۷: ۵۵) (۷: ۵۶) (۷: ۵۷) (۷: ۵۸) (۷: ۵۹) (۷: ۶۰) (۷: ۶۱) (۷: ۶۲) (۷: ۶۳) (۷: ۶۴) (۷: ۶۵) (۷: ۶۶) (۷: ۶۷) (۷: ۶۸) (۷: ۶۹) (۷: ۷۰) (۷: ۷۱) (۷: ۷۲) (۷: ۷۳) (۷: ۷۴) (۷: ۷۵) (۷: ۷۶) (۷: ۷۷) (۷: ۷۸) (۷: ۷۹) (۷: ۸۰) (۷: ۸۱) (۷: ۸۲) (۷: ۸۳) (۷: ۸۴) (۷: ۸۵) (۷: ۸۶) (۷: ۸۷) (۷: ۸۸) (۷: ۸۹) (۷: ۹۰) (۷: ۹۱) (۷: ۹۲) (۷: ۹۳) (۷: ۹۴) (۷: ۹۵) (۷: ۹۶) (۷: ۹۷) (۷: ۹۸) (۷: ۹۹) (۷: ۱۰۰)

قرآن میں بعض جگہ فقط احکام ملتے ہیں جن کے ساتھ ہی ان کی حکمت کو بیان نہیں کیا جاتا۔ لیکن کہیں کہیں آئین سازی کے اصول کو بھی بیان کر دیا ہے۔ مثلاً شراب اور قمار بازی کے متعلق نہایت اچھا استقرا کیا ہے اور ان اعمال شیطانی کی ممانعت کا سبب بتا دیا ہے۔ کوئی قاعدہ یا قانون ایسا نہیں جو ہر حالت میں ہر شخص کو نفع یا نقصان پہنچائے۔ کوئی بھی طریق کار جو اس میں بعض لوگوں کو بعض حالات میں کچھ

فائدہ پہنچ جائیگا اور بعض کو نقصان۔ انسانی فطرت اور معاشرت کی ساخت ہی ایسی ہے کہ ایسا ہونا لازمی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان اعمال سے بعض اوقات بعض لوگوں کو کچھ فائدے بھی پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن تمام انسانی معاشرت اور نفسیات پر پھیلا کر دیکھو اور اجتماعی نقطہ نظر سے ان کا جائزہ لو۔ تو ان کے نقصانات ان کے منافع سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ قانون اکثریت کی بنا پر بنتا ہے۔ اس میں چند افراد کا نفع و ضرر نہیں دیکھا جاتا۔ حکمت شرآنی نے یہ بتا دیا کہ قانون کی بنا افادیت عامہ ہے۔

انگلستان کے اکثر قوانین منظم اور مل کے زمانے تک نہایت عمل اور عام خلائی کو نقصان پہنچانے والے تھے۔ ان منصر قوانین کا ماخذ کچھ مذہبی تھا اور کچھ انگلستان کا قدیم روایتی قانون۔ ان قوانین میں نہ کوئی عدل نظر آتا تھا اور نہ کوئی حکمت۔ اس لئے ان مصلحین اور مفکرین نے شدید جدوجہد کی کہ حکومت کو اس پر مادہ کیا جائے کہ قانون کی بنا افادیت پر ہونی چاہیے۔ قانون انسان کیلئے بنا ہے انسان ہر فرسودہ اور عمل قانون کی پابندی کے لئے نہیں بنا۔ رفتہ رفتہ اس جدوجہد کا یہ اثر ہو کہ قوم کے اکابر نے حکیمانہ اور عادلانہ انداز میں سوچنا شروع کیا اور قوانین کو منسوخ کر دیا۔ اگر یہ اب بھی شادی اور طلاق اور وراثت کے متعلق کئی نئے قوانین موجود ہیں جو اصلاح طلب ہیں۔ انگلستان کے قدیم قانون وراثت میں وصیت کرنا اور اولاد کو مطلقاً محروم کر سکتا تھا۔ اور ہر نکاح کہ بیوی اور عورت کی تمام جائداد اور تمام سرمایہ شوہر کے نام منتقل ہو جاتا تھا۔ عورت کی انفرادی حریت اور شخصیت بالکل سوخت ہو جاتی تھی۔ شرآنی احکام اور حکمت سے ان قوانین کا مقابلہ کر کے دیکھئے تو واضح ہو جائیگا کہ قرآن نے نوع انسان پر کتنا احسان کیا اور کوزوں کی مستدرحات کی ہے۔

قرآن نے انسان کو حکمت پسند بنانے کے لئے ایک اور ہم قدم اٹھایا۔ اسلام سے قبل کے تمام مذاہب نے اپنی بنیاد معجزات یا خوارق عادت پر قائم کی تھی اور انسانوں کی یہ عادت راسخ ہو گئی تھی کہ ہر نبی سے یہ تقاضا کیا جائے کہ وہ اپنی صداقت کے ثبوت میں کچھ معجزات دکھائے۔ یہی مطالبہ کفار قریش بار بار رسول کریم سے کرتے تھے۔ اس کے جواب میں قرآن کہتا ہے کہ تم سے پہلوں میں معجزات کو نسا ایمان پیدا کیا کہ اب پھر وہی تجربہ تمہارے ساتھ دہرایا جائے۔ خوارق عادت کے مطالبے کے جواب میں قرآن باریا بارناظر فطرت کو پیش کرتا ہے! اور فطرت کے مشاہدے سے فاطر فطرت پر ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے۔ تمہارے سامنے جو کچھ ہو رہا ہے خواہ دُہ مٹی سے گلہائے رنگارنگ اور اٹھارہ گونا گوں کی پیدائش ہو، یا اجرام فلکیہ کا حساب سے گردش کرنا سب معجزات ہی ہیں۔ ان معجزوں میں نہیں کہ وہ خوارق عادت ہیں۔ بلکہ خدا کی رحمت اور اس کی حکمت کے غیر متبدل مظاہر ہیں۔ انسان ایک طرف اکل آفرینش سے عاجز ہے کہ ایک کتھی کا پڑ بھی نہیں بنا سکتا دوسری طرف عجزیہ ہے کہ ایک پتے اور ایک ذرے کی ماہیت کو بھی کما حقہ نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی واقعہ انسان کے لئے خرق عادت ہو تو ہو خدا کے لئے تو خرق عادت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کہتا ہے کہ میں اپنی عادت یا سنت میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا جس کو انسان معجزہ سمجھتا ہے وہ بھی خدا کے کسی آئین کے ماتحت ظہور میں آتا ہے۔ بقول ارف رومی

سجہت براسباب السبابے دگر۔ مرید حکیم پر جس قدر ہستی کے آئین واضح ہوتے جاتے ہیں اسی قدر وہ اور پُر اسرار بنتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہر وجود کے اندر اور باہر لاتنا ہی ہے۔ اس مضمون کا عربی کا ایک نہایت حکیمانہ شعر ہے۔

ہر کس نشنا سجدہ را ذات دگر نہ  
اس باہر را ذات کہ معلوم عوام است

رہنما کے مشہور ادیب اور عارف ماسٹری نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ کلیسیائی عیسائیت باری تعالیٰ کے ثبوت میں یہ معجزہ پیش کرتی ہے کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا اگر میں تو خدا کا اس مسلسل معجزے کی وجہ سے قائل ہوں کہ ماں اور باپ دونوں سے کس مجید العقول طریقے سے ہر روز نئے انسان معرض وجود میں آتے ہیں۔ دیکھئے ایک عیسائی عارف و حکیم کیسے اپنی بصیرت سے وہی بات کہہ رہا ہے جو تیرہ سو برس قبل قرآن نے کہی تھی کہ خدا کو خرق عادت میں مت ڈھونڈو بلکہ اس کی قائم کردہ سنت اور عادت میں تلاش کرو۔ رسول کریم کے مستند سوانح میں کوئی صحابی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی خرق عادت یا معجزے کی وجہ سے خدا اور رسول پر ایمان لایا ہو۔ جو کوئی بھی ایمان لایا وہ رسول کریم کی سیرت ان کی راستبازی اور ان کی تعلیمات کی خوبیوں سے متاثر ہو کر یا ان نثران کے گروہ میں شریک ہوا، بعض صحابیوں نے بعض مواقع پر ایسی باتیں کھیں جو عالم اسباب کے محدود علم میں نہ ہوتے ان کے لئے حیرت انگیز تھیں لیکن ان کے ایمان لانے کا موجب نہ تھیں، قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ جو کوئی بھی ایمان کے نور سے متور ہونا چاہے وہ اسلامی تعلیمات کی خوبی کو پرکھ کر اسلام میں داخل ہو، اسلام نے دین کا رخ معجزات سے فطرت عامہ کی طرف اور خارق عادت سے حکمت ظہری کی طرف پھیر دیا۔ یہ ذریعہ انسان کے ارتقا میں ایک بہت اہم قدم تھا۔

کوئی تین سال قبل میں نے امریکہ میں ایک یونیورسٹی میں اسلام کے بنیادی عقائد پر ایک لیکچر دیا اور بتایا کہ قرآنی روح فطرت اور حکمت کا کیا تصور ہے۔ اس کے بعد یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ ڈاکٹر مرفی نے مجھ سے کہا کاش کہ ہمارے اہل بھی دین کا یہ تصور ہوتا تاکہ ہم سائنس اور مذہب کی اس شدید کشاکش سے بچ جاتے جس نے ہمارے نفسوں اور عقائد میں ایک پیکار پھا کر رکھی ہے۔ دین میں ہم خارق عادت کو اساس قرار دیتے ہیں اور باقی تمام سائنس اور دیگر تعلیم میں فطرت کی آزادانہ تحقیق کا درس دیتے ہیں۔ اب ایک اہم سوال کا جواب باقی رہ جاتا ہے کہ جب خدا کی کتاب، کتاب حکمت ہے تو قرآن کتاب کے علاوہ حکمت کا کیوں ذکر کرتا ہے۔ نبی کریم کو حکم ہے تم لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاؤ۔ خدا اس کے نین طریقے بتاتا ہے، ایک حکمے، دوسرا معظمت، تیسرا مباحثہ، مناظرہ یا مجادلہ۔

ادع الی سبیل ربک بالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط... (۱۷: ۲۵)

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ کے ذریعے دعوت دو اور بہترین طریقے سے مباحثہ کرو۔

اس میں قرآن کا مقصد انسانوں کی تین قسمیں بتانا ہے اور ہر قسم کو دعوت دینے کا طریقہ الگ ہے یعنی انسان، اگرچہ ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔ حکمت پسند ہوتے ہیں، ان کے سامنے اگر کوئی عقیدہ یا طریق عمل پیش کیا جائے تو وہ اس کے عقلی اسباب کو جاننا چاہتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ اس بات پر کیوں یقین کیا جائے یا اس عمل میں جس کی تلقین کی جاتی ہے کیا خوبی ہے اور جس عمل سے روکا جاتا ہے اس میں کیا بُرائی ہے۔ جب تک کسی حکم کی علت انکی سمجھ میں نہ آئے وہ اس پر عمل کرنا گوارا نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ بس یہ خدا کا حکم ہے۔ حکمت پسند شخص جب تک حکم کی ضرورت اور اس کے نتائج سے آگاہ نہ ہو فرماں برداری پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ عربوں میں علوم و فنون نہ تھے اور کتابی علم نہ تھا۔ لیکن ان میں ایک تعداد ایسے انسانوں کی تھی جن میں غیر معمولی قداداد

ذہانت تھی۔ اگر یہ نظری صلاحیت موجود نہ ہوتی تو وہ بعد میں نظم و نسق حکومت اور تعمیر و اصلاح ملت کے لئے ایسے حیرت انگیز کام نہ کر سکتے جن کی بدولت ایک عادلانہ معاشرہ اور عظیم الشان تہذیب و تمدن قائم ہوا۔ یہ وہی لوگ تھے جو اسلام کے احکام کو مستعمل سمجھ کر اس دین میں داخل ہوئے۔ افسوس ہے کہ موجودہ دورہ انحطاط میں ایسے خود ساختہ لادیان دین پائے جاتے ہیں کہ جب ان سے شریعت کے کسی حکم کی علت دریافت کی جائے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ دین کے احکام میں علت کا تلاش کرنا ضروری نہیں اور دین کا تقاضا یہ بتاتے ہیں کہ ہر حکم پر بے چون و چرا ایمان لایا جائے۔ عصر حاضر عقلیت اور حکمت کا دور ہے جہاں کو تو بے سمجھے دین کی پابندی کی تلقین کر سکتے ہیں لیکن علوم سے بہرہ ور لوگ جنہیں سوچنے کی عادت ہے وہ ایسا جواب پاکر دین کی ضرورت ہی پر شک کرنے لگتے ہیں۔ اب تعلیم یافتہ طبقے کو حکمت ہی کے راستے سے دین کا قائل کیا جاسکتا ہے لیکن بہت سے مدعیان دین خود حکمت کے جوہر سے معرزا ہیں۔

نبی کریم کو ایک دوسرے گروہ سے دوسرا طریقہ برتنے کو کہا گیا یہ طبقہ وہ ہے جس میں حکمت طلبی کا عنصر کم ہوتا ہے۔ اس طبقے کیلئے دعوے و نفاذ اصلاح سیرت کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ حکمت پسند طبقے کے مقابلے میں اس گروہ کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے لیکن موغلت بھی اسی داعظ کی موثر ہو سکتی ہے جس میں خود اخلاص عمل ہو۔ جس کا قول اس کے فعل کے مطابق ہو۔ ورنہ یقولون ما لا یفعلون کے گروہ کے متعلق وہی بات صحیح ہے جو حافظ علیہ الرحمہ کہہ گئے ہیں:

واعظاں کیں جلوہ بر حجاب نمبرے کنند  
جوں بخلوت حی و دنیاں کا دردیگرے کنند  
مشکلے دارم ز دانشمند محفل باذہب  
تو بہ فرمایاں چرا خود تو بہ کمترے کنند

یہ یقینی بات ہے کہ اسلام میں بہت سے لوگ نبی کریم کی موغظت کی وجہ سے داخل ہوئے۔ جو نصیحت کی جاتی تھی رسول کی زندگی خود کا ایک نمونہ ہوتی تھی کہتے ہیں کہ زندہ مثال کا اثر خالی نصیحت سے زیادہ ہوتا ہے لیکن نصیحت و نصیح کی زندگی اگر ایک دوسرے کا ایٹم ہوں تو اثر میں بہت گہرائی اور گیرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول کی نصیحتیں اب بھی تقریر و تحریر میں صبح و شام دہرائی جاتی ہیں لیکن کسی کی زندگی پر ان کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اسلئے کہہنے والے کے کردار و گفتار میں ایک وسیع تبلیغ حاصل ہوتی ہے۔

تیسرا گروہ متناظرہ بازوں کا ہے جو اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات کو رد کرنے پر تلمے ہوتے ہیں۔ یہ نہ حکمت پسند ہوتے ہیں اور نہ پسند پذیر۔ ہر مخلص مصباح کو ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے کسی اہم دینی مسئلے پر بحث کرنے سے کوئی نبی کیسے انکار کر سکتا ہے لیکن نبی کا کام یہ ہے کہ ہر طبقے کے لئے ایک اچھی مثال پیش کرے۔ نبی کو حکم دیا گیا کہ ان سے بحث کر لیکن خود صورت طریقے سے کسی مناظرے میں اخلاص و صداقت کو ہاتھ سے نہ دینا، دل آزار پیرایہ کا جواب صلح اور نرمی سے دینا، خواہ مخواہ دوسرے کو گرانے اور ہرانے کی کوشش نہ کرنا، غیر معمولی صلاح نفوس کا کام ہے۔ اس کام کو ایک پاکیزہ نفس اور حکیمانہ مزاج رکھنے والا رحیم و کریم نبی ہی بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ عام انسانوں میں شاید ہی کوئی ایسا شخص دکھائی دے جو مذہبی بحث میں واقعی طالب حق ہو اور ہذب طریقے سے دوسرے کی سُننے اور اپنی سُنائے اور جہاں حریف سچ بات کہہ

رہا ہو، اس کی صمیم قلب سے داد دے۔ رسول کریمؐ نے جو لوگوں سے بخشش کی ہیں، ان کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ ان کا اندازِ بحث سنبھلا ہوا ہے، محض شخصی اور الزامی گفتگو کہیں نہ ملے گی۔

کتاب و حکمت کے متعلق بعض فقہاء کا خیال ہے کہ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنتِ رسولؐ ہے۔ اس میں کسی قدر صداقت ضرور ہے لیکن یہ بات ذرا وضاحت طلب ہے۔ سنتِ رسول کریمؐ کا عمل ہے جو قرآنی تعلیم کی عملی صورت ہے۔ غالی بلند انداز نے دنیا میں کبھی انقلاب پیدا نہیں کیا جب تک کہ ان انکار کو عملی جامہ پہنانے والے دنیا کے سامنے نہ آئے۔ اگر رسولؐ خود اپنے عمل میں قرآن مجسم نہ ہوتے تو محض خدا کی کتاب کوئی انقلاب پیدا نہ کر سکتی۔ دنیا میں اسلام کی بدولت جو اصلاحی انقلاب ہوا وہ قرآن اور سیرتِ محمدؐ نے مل کر پیدا کیا۔ قرآن پر عمل کرنے سے زندگی کیابن سکتی ہے اس کا مظاہرہ رسولؐ کے اسوہ حسنہ ہی سے ہوا لیکن قرآن حبیب کتاب اور حکمت کہتا ہے تو اس میں حکمت محض سنت کے مرادف نہیں ہے۔ اگر یوں سمجھا جائے تو اس سے یہ ایک غلط نتیجہ نکلتا ہے کہ خود کتاب میں حکمت نہیں ہے۔ قرآن تو خدا کو حکیم اور اپنے آپ کو حکمت کی کتاب قرار دیتا ہے۔ صحیح معنی یہ ہونگے کہ نبی خدا کی کتاب کو پیش کرتا ہے اس کی آیات پڑھ کر سنا تا ہے۔ مگر اسی پر اکتفا نہیں کرتا۔ اس کتاب کے اندر جو حکمت ہے اس کو سننے والوں پر واضح کرتا ہے۔ مگر وہ مخاطب پر کھول کر اس کی حکمت واضح نہ کرے تو شاید وہ حکمت پہنچا رہ جائے۔ اس وقت دنیا میں ہر علم و فن میں مستند اساتذہ کی تصنیف کردہ کتابیں موجود ہیں۔ یونیورسٹیوں کے طالب علم ان کو خریدتے اور پڑھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اعلیٰ درجے کے پروفیسروں سے انھیں کتابوں کے پڑھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ جن طالب علموں نے اعلیٰ درجے کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا۔ ان کے اندر محض اچھی کتابیں پڑھنے کے باوجود ایک کمی رہ جاتی ہے۔ حکمت کتاب میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن استاد کی توضیح اس کو اجاگر کرتی اور کتاب کے ہر گوشے کو منور کر دیتی ہے۔ محض طب کی کتابیں پڑھنے سے کوئی طبیب حاذق نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ تجربہ کار اطبا سے اس نے کسب فیض نہ کیا ہو۔

کتاب و حکمت میں حکمت قرآن حکیم ہی کی حکمت ہے جس کو بطون سے ظہور میں لانا اور حکم کو عمل کا جامہ پہنانا نبی کا وظیفہ ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ حکمت کوئی ایسی سنت نہیں جو قرآن سے الگ ہو، یا اس میں کوئی اضافہ کرتی ہو۔ قرآن کے اندر کہیں احکام ہیں اور کہیں حکمت کے اصول ہیں۔ یہی حکمت کے اصول اصل دین ہیں، جو احکام کی اساس ہیں اور جن کی بنا پر تغیر حالات اور نئے ماحول میں نئے احکام کا استنباط ہو سکتا ہے۔ خود رسول کریمؐ نے اپنی زندگی میں اور اس کے بعد خلفائے راشدین اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین نے ایسا ہی کیا۔